السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خواتین کی تعلیم اور ملازمت کا مسئلہ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

امام غزالی اور علامہ اقبال کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتے تھے یہ غلط فہمی دور ہوجانی چاہیے۔ کہ وہ خدانخواستہ عورتوں کی تعلیم کے مخالف تھے۔ وہ مخالف ہر گز نہ تھے۔ وہ بس یہ چاہتے تھے۔ کہ عورتیں صرف وہ تعلیم حاصل کریں۔ جو ان کی فطرت۔ خلقت۔ اور فرائض مخصوص کے مطابق زندگی میں ان کے اور خاندان کے کام آئے۔ اور صحیح یہ ہے کہ قدرت نے عورتوں کے لئے الگ دائرہ کار مقرر کیا جس کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔ کہ بے شمار کام ایسے ہیں جو مرد نہیں کرسکتے۔ اور لاتعداد کام ایسے ہیں جو عورتوں کی طاقت سے باہر ہیں۔ لہذا ہر گروہ کو ان کے کاموں کی نسبت سے تعلیم دینی چاہیئے۔ یہ اعلیٰ اور ادنیٰ تعلیم کا معاملہ نہیں۔ بلکہ ہر کسی کو اس کے مزاج اور فطری تقاضوں کے مطابق مناسب تعلیم دینے کا مسئلہ ہے اور یہ خیالات صرف غزالی اور اقبال ہی کے نہیں۔ خود سر سید احمد خاں کے بھی ہیں۔ جو مغربی انداز کے ہمارے یہاں اولین بڑے علم بردار تھے۔ سر سید احمد خاں کی یہ سر گزشت دیکھنی ہو وان کا سفر نامہ پنجاب مرتبہ سید اقبال علی پڑھیے۔!

اور جہاں تک مخلوط کا تعلق ہے مذکورہ بالا بزرگ اور دوسرے ہزاروں علماء وحکماء اسے خطرناک سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس کا ان معاشرتی واخلاقی احکام سے تصادم ہے جو قرآن مجید میں مذکورہ ہیں یا جن کا اوپر زکر آیا۔ یہ امر عورتوں پر پابندی یا سختی کے ضمن میں نہیں آتا۔ اس میں عورتوں کے لئے برکتیں۔ اور حکمتیں ہیں۔ ان میں سب سے بڑی حکمت عورتوں کا معاشرتی تحفظ ان کی عزت کی حفاظت اور خاندانی زندگی کا استحکام ہے۔

اور عورتوں کو ہر سطح تک تعلیم دی جاسکتی ہے۔ بشرط مذکورہ بالا مصلحتوں اور حکمتوں کو گزند نہ پہنچے اور یہ سب عورتوں کے فائدے کی خاطر ہے ان پر زیادتی نہیں۔

مخلوط تعلیم اور یکساں نصاب پر بحث کی ضرورت نہیں۔ اس کا نفع نقصان سب کو معلوم ہے اگر تعلیم مخلوط نہ ہو تو عورتوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ ہر شعبہ تعلیم میں جسے وہ اپنے لئے مفید سمجھتی ہیں۔ داخلہ لے لیں یعنی ان سب شعبوں میں جو انہیں اپنے لئے مفید نظر آیئں یا معاشرے کے لئے مفید ہوں۔ لیکن مخلوط ملازمتوں کا مسئلہ جدا ہے۔ مخلوط ملازمتوں کے سلسلے میں جو قباحتیں ہیں۔ وہ سب کو معلوم ہیں۔ ظاہر ہے کہ عورتیں اپنے لئے جن مضامین کو مفید خیال کریں گی۔ اس میں اکثر ایسے ہونگے۔ جو مردوں کے لئے بیگانہ اور نامانوس ہوں گے۔ اس لئے اگر عورتوں کی تعلیم کا نظام یکسر علیحدہ ہوگا۔ تب جا کر انہیں فائدہ ہوگا اس کا واحد علاج عورتوں کے لئے بالعموم الگ نصابات اور ایک الگ خواتین یونیورسٹی ہے مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں نصاب کا فلسفہ غیر قدرتی اور غیر معقول ہے یہ بات اور ہے کہ آجکل کی دنیا میں اس غیر معقول فلسفے کو اپنایا جارہا ہے۔ اگرچہ اس میں عورتوں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ لیکن رواج عام کا غلبہ زبردست شے ہے۔ اس کے سامنے ہر کوئی دب جاتا ہے۔ اس رواج کو تبدیل کرنے کے لئے ایک معاشرتی انقلاب کی ضرورت ہے۔ مگر ایسا انقلاب کوئی آسان کام نہیں۔ سب سے پہلے فکری تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ اور یہ تبدیلیاں مغربی معاشرتی فلسفوں پر مستقل و منظم تنقید کرتے رہنے سے اور عملی تجربوں کے حوالے سے انکے خطرات سے آگاہ کرتے رہنے سے ممکن ہونگی جب تک ہمارے یہاں مغربی معاشرتی فلسفہ غالب ہے ہماری سب دلیلیں بے کار اور بے اثر ہوں گی۔ لہذا بقول علامہ اقبال مغربی معاشرتی حکمت پر بھرپور حملہ (علمی ہتھیار سے) لازمی ہے۔

ملازمتوں میں عورتوں کی شرکت ایک اہم اور نازک معاشرتی افکار کے زیر اثر نقطہ نظر کے دب جانے کا تیجہ ہے اگر ہم اس معاملے میں اسلام کی معاشرتی حکمتوں سے ہدایت لیں تو ہمیں اس شرکت میں بے شمار قباحتیں نظر آیئں گی بلکہ آج کل کے حالات میں ملازمت بڑی حد تک غیر اخلاقی اور نامناسب نظر آئیں گی کیونکہ اسلام کی معاشرتی حکمت میں عورتوں کا فرض بچوں کی پرورش اور خانہ داری ہے۔ اور اس کے بدلے مردوں کا فرض عورتوں (بیویوں) کی معاشی کفالت ہے۔تاکہ وہ بے فکر ہو کر اپنے خاندان کی خدمت کر سکیں۔ یہ خدمت ایک بہت برا منصب ہے۔ اور جیسا کہ بعض روشن خیال حضرات باور کراتے ہیں۔ یہ کوئی کمتر فریضہ نہیں۔ بلکہ اصل تعمیر انسانیت اسی فریضے میں مضمر ہے۔ اور اس کی انجام دہی مرد کا کام اور اگر ان اصطلاحوں میں سوچیں۔ تو خادم کا ہے۔ جو بنی نوع کی اس معمار کو اس کے اہم فریضے کی ادائیگی کے قابل بناتا ہے۔ اس عمل یا دو طرفہ عمل میں عورت کا درجہ بلند تر ہے۔ شوہر کا درجہ دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ مگر مغربی معاشرتی تصورات نے اس تقابل کو منقلب کر کے معاملہ زیر زبر کر دیا ہے۔ یہ تو تھا اصولی عقیدہ ایک مسلمان کی حیثیت سے لیکن سوال آجکل کے حالات کا ہے۔ اسلئے موجودہ حالات میں عورتوں کی ملازمت کے جواز یا عدم جواز پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلے اس سوال کا جواب چاہیے کہ عورتیں ملازمتوں کی شائق یا طلب گار کیوں ہیں۔ ؟ مغربی ماحول میں تو ان کا شوق ملازمت اس لئے ہے کہ وہاں ایک خاندان اور گھر کا تصور ایک فرسودہ عمل ہے۔ عورتیں نہ صرف ہم مرتبہ ہونے کا دعویٰ کر کے گھریلو آزادی کی طلب گار ہیں۔ بلکہ معاشی طو سے آزاد ہو کر ان تمام بندشوں سے بھی آزاد ہوجانا چاہتی ہیں۔ جو خاندانی زندگی میں ان پر عائد ہوتی ہیں۔ وہ خود کفیل ہو کر ہمہ رنگ آزاد شہری بننا چاہتی ہیں۔ اس میں انھیں ہزار مشکلات بھی پش آتی ہیں۔ لیکن وہ آزادی کامل کے لئے ہر مشکل کو برداشت کرتی ہیں۔

لیکن اس میں انھیں ایک آسانی بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ مذکورہ معاشرہ اس مسئلے میں ان کا ہم خیال ہے۔ اور ہر چند کے اس میں بے اخلاقی کے سارے عیب پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ معاشرہ ان اخلاقی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ لیکن ہمارے مسلم ملک میں ایک خاتون کی شکل یہ ہے کہ ہمارے مسلم معاشرے کے نزدیک ملازمت غیر مردوں سے خلط ملط ہر حال میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت ملازمت کی طرف کیوں راغب ہوتی ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں جن میں سے بعض واقعی قابل توجہ ہیں۔ اگرچہ عمومی رویہ محض مغرب کی نقالی سے ابھرا ہے۔ مغرب کی تقلید میں

ہماری انتہا پسند خواتین کی آزادی کی قائل مردوں کی ہر قسم کی بالادستی کی مخالف اور ان کے ہر قسم کیدست نگری سے گریزاں ہیں ۔ یہ مغربی تعلیم اور نقالی کا تیجہ ہے ۔ اور تسلی کا پہلوصرف یہ ہے کہ یہ ابھی سرمایہ دار اور دانشور طبقے تک محدود ہے ۔ اور معاشرے میں ان طبقات کے خلاف یک گونہ تعصب بھی موجود ہے ۔

باایں ہمہ عورتوں میں ملازمت کا میلان بڑھ رہاہے ۔ اور اسکے کئی اسباب ہیں ۔ جن میں عورتیں حق بجانب معلوم ہوتی ہیں ۔ اور یہ اسباب قابل تجربہ ہیں ۔

ایک بڑا سبب عورتوں کے اندرخوف کا یہ ہے کہ ناجانے مرد حضرات شادی کے بعد کب بے وفائی پر اتر آیئں ۔ اور دوسری شادی کر کے پہلی بیوی کو بے سہارا چھوڑ دیں ۔ اور سچ یہ ہے کہ مردوں کا یہ رویہ اور عورتوں کا یہ خوف ہر دو مفروضے فرنگی تہذیب کے آوردہ ہیں ۔ تعداد ازواج پہلے بھی تھی ۔ مگر مردوں کی روش کفالت کے معاملے میں غیر زمہ دارانہ نہیں تھی ۔ سارا خاندان اس کے باوجود متوازن چلتا تھا ۔ شادی ایک مقدس عہدنامہ تھا ۔ جس کا ہر حال پاس رکھا جاتا تھا ۔ اور اس کی پاسداری کرانے میں خاندانوں کا بڑا حصہ تھا ۔ پہلی بیویاں بے سہارانہ رہتی تھیں ۔ ان کا خاندان میں بڑا حصہ تھا ۔ پہلی بیویاں بے سہارانہ رہتی تھیں ۔ ان کی خاندان پرورش کرتے تھے ۔ لیکن مغربی فکر میں پلا ہوا مرد انفرادیت اور فردیت کا قائل ہے ۔ اور آزاد انتظام ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ یقیناً اس میں کچھ وہم اور کچھ مغربی پروپگنڈے کا اثر بھی ہے ۔ لیکن خوف حقیقی بھی ہے ۔ اور اس میں زمہ داری مردوں کی زیادہ ہے ۔

جب تک یہ خوف اور وہم ہے ۔ اور اس مغربی رواج کو مقبول عام حاصل ہے ۔جیسے اب ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ طبقے نے مستحکم کردیا ہے ۔ عورتیں ضرورتاً یا بے ضرورتاً ملازمت کی طلب گار رہیں گی ۔ خصوصاً جب کے عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کی شرح مردوں کے برابر بلکہ زیادہ ہوتی جاتی ہے ۔ ورنہ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کی جدوجہد اور مقصد کوئی نہیں ۔ ان میں سے اکثر گھریلوزندگی کو بوجھ خیال کرتی ہیں ۔ اور جب سے شانہ بشانہ کا افسانہ چلا ہے ۔ ملازمتوں کی ترغیب اور بھی زیادہ ہوگئی ہے ۔ اور تعجب یہ ہے کہ صدیوں سے رائج خانگی زندگی میں عورتوں کی اندرون خانہ خدمت اور فرض کی بجاآوری کو بے کاری کا نام دیا جارہا ہے ۔ حالانکہ موجودہ روش در حقیقت بے کاری کے برابر ہے ۔ کیونکہ اس سے گھر اور خاندان ویران ہو رہے ہیں ۔ لگلے زمانے کی عورتیں خاندان (گھر) کی زندگی کا بڑا بوجھ اٹھاتی تھیں ۔ اسے بیکار کہنا حماقت وجہالت سے کم نہیں ایک خیال یہ بھی چل نکلا ہے کہ ملازمتوں کے زریعے گھر کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے ۔ یہ افسانہ ہے کیونکہ عورتوں کی گھر میں عدم موجودگی کی وجہ سے ملازم رکھنے پڑتے ہیں ۔ جو عام خاندانوں کے بس کی بات نہیں ۔

ان سب باتوں کے باوجود عورتوں کی ملازمت کا رواج اب جڑپکڑ چکا ہے ۔ اور اسے وعظ وتلقین سے ہٹایا نہیں جاسکتا ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورتوں کےلئے تعلیمی نصاب شروع ہی سے اس طرح مرتب کیا جائے کے ان کے حسب حال ملازمتوں میں ان کے کام آئے ۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ معاملہ خود عورتوں کےاپنے سوچنے کا ہے ۔ اس میں مردوں کی مداخلت ناگوار اور ناپسندیدہ ہے ۔ معاشرہ اب صنعتی ہے ۔ زرعی ہے خاندانی نظام اب ختم ہورہا ہے ۔ اور خاندانی کفالتیں اب ختم ہوچکی ہیں ۔ لہذانئے حالات میں عورتوں کو بھی اب اپنی تعلیم اوراپنے نظام کفالت پر خود غور کرنے کا موقع دینا چاہیئے ۔مجھے امید ہے کہ وہ فضا میں اسلام کی معاشرتی حکمتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرسکیں گی ۔ اور ایسی تعلیم اور ایسی ملازمتوں کی خواہش مند ہوگی ۔ جو ان کےلئے مفید اور باوقار ہوں ۔

ھٰذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد12ص140-144

محدث فتویٰ